آرتھر بیکر

برطانوی پارلیمنٹ کی رُسوم وروایات

بدلتی ہوئی دنیا میں برطانوی پارلیمنٹ نے اپنے طریقِ کار کو نئے حالات کے مطابق بنانے میں کبھی کوئی دشواری محسوس نہیں کی۔ برطانیہ کا غیر تحریری دستور کچھ ایسا لچکدار ہے کہ وہ دو عظیم جنگوں کے جھٹکے تک بخوبی برداشت کر چکا ہے نیز موجودہ زمانہ کے ہر تقاضہ کو پورا کرنے کا اہل ثابت ہؤا ہے۔ لیکن اس تمام تبدیلی اور ترقی کی تہ میں وہ رسوم وروایات ہیں جو صدیوں سے چلی آ رہی ہیں اور جن کا تمام جماعتوں کے اراکین ادب واحترام کرتے ہیں۔

ماضی وحال

پارلیمانی اجلاس کے زمانہ میں کوئی شخص بھی دار العوام میں جا کر اس حقیقت کا مشاہدہ کر سکتا ہے کہ خود ایوانِ مباحثہ بالکل نیا اور جدید طرز کا ہے اور یہاں موجودہ زمانہ کے بولنے اور سننے کے آلات مثلاً مائکروفون لاؤڈ اسپیکر وغیرہ نصب ہیں۔

اجلاس کے دوران میں کرسئ صدارت پر اسپیکر اپنا نیچا چوغہ اور مصنوعی بالوں کا ٹوپ پہنے ہوئے رونق افروز ہوتا ہے۔ چوغہ کے نیچے برجس اور درباری لباس ہوتا ہے جو نظر آتا ہے۔ یہ باعظمت اور پُر شکوہ شبیہ حال کا ماضی سے رشتہ قائم رکھتی ہے۔ اور "مدر آف پارلیمنٹس" (پارلیمنٹوں کی ماں) کی روایت کے تسلسل کی ایک زندہ علامت ہے۔

دار العوام نے اپنے اراکین میں سے ایک شخص کو بحیثیت اسپیکر (عوام کی طرف سے بادشاہ سے خطاب کرنے والا) منتخب کرنے کا دستور ۱۳۷۶ء سے شروع کیا جو آزادئ تقریر کا سرچشمہ ہے اور نہ صرف پارلیمان کے ہر رکن، بلکہ دولتِ مشترکہ کے ہر شہری کا ایک بیش بہا اور نادر خزانہ ہے۔

غیر جانبداری

دار العوام کے اسپیکر کا منصب دنیا کے معزز ترین، پُر شوکت اور عظیم ذمہ داریوں والے عہدوں میں سے ایک ہے۔ اسپیکر کا انتخاب بالعموم متفقہ طور پر پُرانی رسم کے مطابق ایک ایوانِ پارلیمنٹ کی مدت اجلاس کے لئے کیا جاتا ہے۔ لیکن عملی طور پر وہ دوبارہ اتنے ہی عرصہ کے لئے منتخب ہوتا ہے جتنے کی وہ خواہش کرتا ہے۔ وہ قطعی غیر جانبدار رہتا ہے۔ مباحثوں میں نہیں بولتا اور اختلافات میں بھی اپنی رائے صرف اس وقت ہی دیتا ہے جب ہر جماعت کے ووٹ برابر ہوں اور تصفیہ کی کوئی صورت نظر نہ آ رہی ہو۔ بلحاظ مرتبہ اسپیکر کا شمار برطانیہ کے سربراہ عہدہ داروں یعنی وزیر اعظم اور کونسل کے لارڈ پریذیڈنٹ کے بعد ہوتا ہے۔ وہ سوائے دونوں آرک بشپوں کے باقی سب افراد پر برتری رکھتا ہے اور اپنے عہدہ سے سبکدوش ہونے کے بعد وہ طبقۂ امراء کا ایک رکن ہو جاتا ہے۔ قصر ویسٹ منسٹر میں اُس کی رہائش گاہ

ہوتی ہے جہاں اُس کا اقتدار سب سے بلند و برتر سمجھا جاتا ہے۔

جلوس

پارلیمنٹ کے اجلاس کے زمانہ میں اسپیکر کا عبادت کے لئے جو ہر روز جلوس جاتا ہے وہ سب سے زیادہ پُرشوکت اور دلاویز معلوم ہوتا ہے۔ یہ مہمانوں، افسروں اور اراکین کے لئے مستقل دلچسپی کا باعث ہوتا ہے "حاضرین ادب کے ساتھ جناب اسپیکر کے لئے راستہ دیجئے" کے گرجدار نعرہ سے ایوان کے اجلاس کا افتتاح ہوتا ہے۔ اسی نعرہ سے اسپیکر کی فضیلت اور اُس کے منصب جلیلہ کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ جس وقت اسپیکر کا شاندار جلوس اُس کی رہائش گاہ سے غلام گردش سے ہوتا ہوا آتا ہے تو قصرِ ویسٹ منسٹر کے مرکزی ہال میں یہ گرجدار نعرہ پولس کا وہ انسپکٹر لگاتا ہے جو اُس وقت ڈیوٹی پر ہوتا ہے۔

سب سے پہلے درباری لباس میں ایک نقیب آتا ہے اُس کے بعد مسلّح سارجنٹ کاندھے پر "عصائے شاہی" رکھے ہوئے داخل ہوتا ہے۔ دارالعوام کا یہ عصا اسپیکر کو سلطنت سے تفویض شدہ اقتدار کی علامت ہے۔ یہ بادشاہِ وقت کی طرف سے اسپیکر کو مستعار دیا جاتا ہے اور اُس کے پاس اجلاس کے اختتام تک رہتا ہے۔ جب پارلیمنٹ برخاست کی جاتی ہے تو عصائے شاہی بادشاہ کو پھر منتقل ہو جاتا ہے۔ یہ ایوانِ عام کی روزمرہ کی زندگی میں ایک اہم کام انجام دیتا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر ایوان کی باقاعدہ آئینی تشکیل نہیں ہوسکتی۔

محرابِ چرچل

مسلّح سارجنٹ کے پیچھے اسپیکر اس طرح آتا ہے کہ اُس کے لمبے چوغہ کا پچھلا حصّہ ایک دامن بردار اُٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔ یہ ملازم سترھویں صدی کی مخصوص پوشاک میں ملبوس چاندی کی تلوار لئے ہوئے ہوتا ہے۔ بھاری بھرکم چوغے میں ملبوس اسپیکر کے پادری اور پرائیویٹ سکرٹری جلوس میں ہوتے ہیں۔ اور یہ جلوس خراماں خراماں مرکزی ہال کے فرش پر سے گذرتا ہوا ایوانِ مباحثہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر یہ جلوس مشہور محرابِ چرچل کے نیچے سے گذرتا ہے۔ یہ محراب جنگ کے زمانہ کے تمام داغوں کے ساتھ محفوظ رکھی گئی ہے تاکہ یہ برطانیہ کے عظیم کردار کی مسلسل یاددہانی کرتی رہے جو اُس نے دنیا کی جدوجہد آزادی میں بڑے عزم و استقلال کے ساتھ ادا کیا۔

جیسے ہی یہ جلوس نظروں سے اوجھل ہوتا ہے وہ مہمان جن کے پاس اجازت نامے ہوتے ہیں گیلریوں میں داخل ہونے کے لئے سیلاب کی طرح آگے بڑھتے ہیں۔ البتہ اُن کو دعا کے ختم ہونے تک اذنِ باریابی نہیں ملتا۔ عوام اور پریس کے نمائندے عبادت سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ صرف ایک مرتبہ یعنی ۲۶ راکتوبر ۱۹۵۰ء کو جب نئے ایوان کا سرکاری طور پر افتتاح کیا جارہا تھا تو اُس وقت کے اسپیکر (کرنل ڈگلس کلفٹن براؤن نے جواب لارڈ آف رف سائڈ کہلاتے ہیں) یہ اعلان کردیا تھا کہ ان کی خواہش ہے کہ عوام اور پریس کے نمائندے بھی دُعا میں ضرور شریک ہوں۔ انہوں نے کہا کہ "ہم بطور خاندان مجتمع ہو رہے ہیں اور خاندانی دعا کے ساتھ اجلاس کا افتتاح کر رہے ہیں" پھر

اس دُعا میں کیوں نہ ہم سب ایک عظیم خاندان کے افراد کی طرح اکٹھے شریک ہوں۔"

یہ ایک ناقابلِ فراموش منظر تھا اس لئے اور بھی زیادہ عجیب تھا کہ اس میں تمام اراکین ایوان، اہلکار اور دولتِ مشترکہ اور زیرِ حفاظت علاقوں کے مہمان بھی شریک تھے۔

آنکھ اوجھل دعائیں پادری صاحب پڑھتے ہیں اور اراکین بنچوں کے نزدیک اپنی اپنی جگہ پر ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑے ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ عبادت کے بعد ایک دعا پڑھی جاتی ہے جبکہ وہ سب ایک چکر لگاتے ہیں اور دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس رسم کی وجہ تسمیہ اس اعتقاد پر مبنی ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص اپنے دل میں عناد اور دشمنی رکھتے ہوئے اپنے خالق کی خلوص دل کے ساتھ عبادت کر سکے۔ چونکہ بظاہر مختلف سیاسی جماعتوں کے اراکین بغیر تلخی اور رشک کے احساس کے ایک دوسرے کے روبرو نہیں ہو سکتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنی اپنی پیٹھ موڑ لیتے ہیں اور اس طرح تلخی اور دشمنی غائب ہو جاتی ہے۔

سیاہ عصا فرمانروا کو دارالعوام میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ جب ملکہ معظمہ بنفسِ نفیس یا نیابت (کمیشن) کے ذریعے پارلیمنٹ کے اجلاس کا افتتاح کرنے، پارلیمنٹ کے قوانین کو شاہی منظوری دینے، یا اجلاس برخاست کرنے دارالامراء میں آتی ہیں اور یہ تینوں آئینی فرائض جو عملی طور پر نہیں تو ظاہری طور پر ہی شاہی اختیارات سے منسلک ہیں اور ان کی ادائیگی کے وقت دونوں ایوانوں کے اراکین کی موجودگی لازمی ہے، تو ایسے موقعوں پر شاہی ایلچی جو "عصائے سیاہ" (بلیک راڈ) کے نام سے موسوم ہوتا ہے آتا ہے۔ اس کا پورا خطاب ہے "عصائے سیاہ کا شریف نقیب" اس نام سے منسوب ہونے کا سبب ایک چھوٹا کالا ڈنڈا ہے جو وہ عصائے منصبی کے طور پر اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ یہ سرکاری لباس یعنی ایک سیاہ چوغہ جس پر جابجا سونے کا کام ہوتا ہے، برجس، سلک کے موزے، اور نقرئی بکسوئے کے جوتے پہنے ہوتا ہے۔ اس کی تلوار، جو فی الحقیقت کبھی استعمال نہیں ہوتی، اس کی بغل میں لٹکتی رہتی ہے۔ جب وہ غلام گردش سے ہوتا ہوا مرکزی ہال سے ایوانِ عام میں آتا ہے تو اس کی آمد کا اعلان ایک نقیب گرجدار آواز میں کرتا ہے "عصائے سیاہ، عصائے سیاہ کو راستہ دیجئے"۔ لیکن ایوان میں جیسے ہی یہ آواز مسلح سارجنٹ کے کان میں پڑتی ہے وہ پھرتی سے اپنی کرسی سے اٹھتا ہے۔ دروازۂ خاص کو "عصائے سیاہ" کے روبرو دھماکے کے ساتھ بند کر دیتا ہے۔ اور پھر شاہ بلوط کے مضبوط دروازے کے جنگلہ دار روزن سے جھانکتا ہے۔

دستک "عصائے سیاہ" دروازہ پر تین مرتبہ دستک دیتا ہے۔ تب اسپیکر کے اشارہ سے اس کو بلانے کا حکم دیتا ہے اور مہمان کو اذنِ باریابی مل جاتا ہے۔ وہ ایوان میں داخل ہوتا ہے۔ کرسئ صدارت، کابینہ اور حزبِ مخالف کے اراکین کو کورنش بجا لاتا ہے۔ اور پھر اگر ملکہ معظمہ بنفسِ نفیس دارالامراء میں تشریف فرما ہوں تو اعلان کرتا ہے کہ "ملکہ معظمہ کا یہ فرمان ہے کہ فوری طور پر دارالامراء میں ملکہ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں"۔ اگر پارلیمان کے قانون کو

شاہی منظوری کمیشن (نیابت) کے ذریعے دی جا رہی ہے (جیسا آج کل ہوتا ہے) تب عصائے سیاہ اس طرح اعلان کرتا ہے:

"امرائے کمیشن اس معزز ایوان کے اراکین کی دارالامراء میں فوری حاضری چاہتے ہیں"

دارالعوام کے دروازہ کو "عصائے سیاہ" کے آنے پر بند کرنے کا دستور بڑا قدیم عجیب اور قابل قدر ہے۔ اور بڑی گہری اہمیت رکھتا ہے۔ یہ اس زمانہ کی یادگار ہے جبکہ دارالعوام آج کل کی طرح نہ اتنا آزاد اور خود مختار تھا اور نہ معاندانہ مداخلت سے پاک وصاف۔ یہ عوام کے نمایندوں کے اس حق کو ظاہر کرتا ہے جو ان کے خلوت میں بحث ومباحثہ کرنے اور تمام آنے والوں بالخصوص بادشاہوں اور امراء پر دروازہ بند کرنے سے متعلق ہے۔

محافظ رضا کار

گائی فاکس نے ۵ نومبر ۱۶۰۵ء کو اجلاس کے افتتاح کے موقع پر شاہ جیمز اوّل اور اس کی تمام پارلیمنٹ کو بارود کے ذریعہ اڑانے کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ یہ بارود کی سازش۔ کے نام سے موسوم ہے۔ اس روایت کو ابھی تک برقرار رکھا گیا ہے اور جب بھی فرمانروائے وقت ویسٹ منسٹر میں اجلاس کا افتتاح کرنے آتا ہے تو محافظ رضا کاروں کا ایک دستہ اپنی دلکش سنہری اور قرمزی رنگ کی وردیوں میں ملبوس (جبمیں اسٹیورٹ بادشاہوں کے زمانہ سے اب تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے) اپنے پیشروؤں کے جھالردار نیزے تھامے ہوئے صبح سویرے پہنچ جاتے ہیں۔ اور قصر ویسٹ منسٹر کے تمام تہ خانوں سے گذرتے ہیں۔ اور اس تہ خانہ پر خاص طور پر نگاہ رکھتے ہیں جس کے اوپر تخت شاہی ہے۔ اور جس پر بیٹھ کر ملکہ معظمہ اپنی تقریر سے پارلیمنٹ کے نئے اجلاس کا افتتاح کرتی ہیں۔

پرانی رسمیں

دارالعوام کے مباحثہ کے کمرہ کا فرش سبز رنگ کے قالین سے آراستہ ہے لیکن اس قالین پر ہر طرف سے ایک مختلف رنگ کے قالین کا حاشیہ ہوتا ہے۔ اس کی بھی تاریخی اہمیت ہے۔ اگر کوئی ممبر ایوان میں تقریر کرنے کے لئے اٹھتا ہے اور ایک قدم بھی قالین کے حاشیہ سے باہر ہے جاتا ہے تو "باادب۔ باادب" کا شور مچ جاتا ہے چنانچہ ممبر کو لازمی طور پر پاؤں کھینچنا پڑتا ہے۔ تاکہ وہ تقریر کرتے وقت قالین کے حاشیہ پر دونوں قدم رکھے رہے۔ یہ قدیم رسم اس وقت سے چلی آتی ہے جبکہ اراکین اپنے ساتھ تلواریں لاتے تھے اور ضروری تھا کہ وہ تقریر کرتے وقت فاصلہ پر رہیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ کسی کو غصّہ آجائے اور وہ اپنی تلوار کھینچ کر اپنے مخالف کو زخمی کرنے کی سعی کرے۔ آجکل تلواروں کی جگہ محض الفاظ مخالفین کو زخمی کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ دن کی نشست کے اختتام پر پولیس کی طرف سے "گھر کون جانا چاہتا ہے" کی صدائے بازگشت غلام گردشوں میں گونج جاتی ہے۔ صدیوں قبل جب دن کی کاروائی ختم ہو جاتی تھی اور اراکین اپنے گھر واپس ہوتے تھے تو رستے میں چوروں اور ڈاکوؤں کے خطرات کا سامنا کرنا پڑتا تھا یہ بھی ایک مثال ہے کہ کس طرح ویسٹ منسٹر میں قدیم و جدید زمانہ کی بہترین چیزوں کا امتزاج موجود ہے تاکہ کوئی ایک نئی رسم دنیا کو مشکلات کی آگ میں نہ جھونک دے۔